سورۃ الاعراف

آیات ١٦٥ - ١٧١

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
بِعَذَابٍۭ بَىِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً
خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ
الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٧﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ
اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ٘ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ
يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ
الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ
اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٧٠﴾ وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ
اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾ ع

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾

فَلَمَّا نَسُوْا مَا - پھر جب وہ لوگ بھول گئے اس کو جو

نَسِيَ يَنْسَى ، نِسْيَانًا - بھول جانا

ذُكِّرُوْا بِهٖٓ - انہیں یاد دلایا گیا جس سے

اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ - تو ہم نے نجات دی ان کو جو منع کرتے تھے

أَنْجَى يُنْجِي ، إِنْجَاءً
نجات دینا (IV)

اردو- نجات، ناجی، استنجاء، مناجات

عَنِ السُّوْٓءِ -برائی سے

وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا - اور ہم نے پکڑا ان کو جنہوں نے ظلم کیا

بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ - ایک سخت عذاب سے (ب أ س)

بَئِسَ يَبْأَسِ ، بُؤْسًا و بَأْسًا - سخت ہونا

بَئِيْس - سخت

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ -بسبب اس کے جو وہ نافرمانی کرتے تھے

فَلَمَّا عَتَوْا - پھر جب انہوں نے سرکشی کی

عَتَا يَعْتُو ، عُتُوًّا - سرکشی کرنا

عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ - اس سے انہیں منع کیا گیا

نَهَى يَنْهَى ، نَهْيًا - روکنا، منع کرنا

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝١٦٧ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِئِيۡنَ

قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا - تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ تم

قِرَدَةً - بندر (apes)

قِرَدَةً خٰسِئِيۡنَ - بندر ذلیل و خوار

خَسَأَ يَخۡسَأُ ، خَسۡئًا - حقیر ہونے کی وجہ سے دھتکارنا

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ - اور جب سنادیا آپ کے رب نے

تَأَذَّنَ يَتَأَذَّنُ ، تَأَذُّنًا - خبر دینا، سنانا، اعلان کرنا

(V)

لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ - (کہ) وہ لازماً بھیجتا رہے گا ان پر قیامت تک

مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ - اُن کو جو تکلیف دیں گے انہیں

سَامَ يَسُوۡمُ ، سَوۡمًا - تکلیف دینا

سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ - برے عذاب کی

(س و أ)

سَاءَ يَسُوۡءُ ، سُوۡءً و سَوۡءً - برا پیش آنا

اردو - سُو (علمائے سو، سوئے ظن)

اِنَّ رَبَّكَ - بیشک آپ کا رب

لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ - یقیناً بہت تیز ہے عذاب دینے کا

وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ - اور بیشک وہ یقیناً بے انتہا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ
بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَ
اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ
الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٧﴾

آخر کار جب وہ اُن ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو انہیں یاد کرائی گئ تھیں تو ہم نے اُن لوگوں کو بچالیا جو برائی سے روکتے تھے اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا، پھر جب وہ پوری سر کشی کے ساتھ وہی کام کیے چلے گئے جس سے انہیں روکا گیا تھا، تو ہم نے کہا کہ بندر ہو جاؤ ذلیل اور خوار، اور یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ "وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے،" یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے اور یقیناً وہ در گزر اور رحم سے بھی کام لینے والا ہے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ
بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ١٦٥ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ١٦٦ وَ
اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ
الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ١٦٧

Then, when they forgot what they had been exhorted, We delivered those who forbade evil and afflicted the wrong-doers with a grievous chastisement because of their evildoing

And when they persisted in pursuing that which had been forbidden We said: 'Become despised apes. And recall when Your Lord proclaimed that 'He would continually set in authority over them, till the Day of Judgement, those who would ruthless oppress them. Surely, your Lord is swift in chastising; and yet He is All-Forgiving, All-Merciful.

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٔيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا

- بنی اسرائیل اپنی تاریخ میں متعدد دفعہ اللہ کے عذاب کا شکار ہوئے، لیکن حیرانی کی بات ہے کہ بار بار کی سزاؤں اور حوادث کے باوجود ان کے اندر اصلاح کی تحریک پیدا نہ ہوئی۔ ہر حادثے نے انھیں جگانے کی بجائے مزید سلانے کا کام کیا، انبیاء علیہم السلام نے انہیں مسلسل خبردار کیا کہ اگر انہوں نے اپنی روش اور حالات نہ بدلے تو مستقبل میں نہایت اندوہناک واقعات پیش آ سکتے ہیں ان کے ساتھ
- ان میں ایک واقعہ سبت کا واقعہ ہے جو گذشتہ اور پیشِ نظر آیات میں آیا ہے جس میں اللہ کے صاف صاف منع کردہ کام کو بنی اسرائیل کی اس مذکورہ بستی کے لوگ حیلے کے ذریعے کرکے اللہ کی نافرمانی کیے جا رہے تھے
- سابقہ آیت کریمہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے بغاوت و سرکشی کا راستہ انہوں نے سمجھانے بجھانے اور نصیحت کرنے والوں کے باوجود اختیار کیا۔ انہوں نے مصلحین اور نہی عن المنکر کرنے والوں کے مواعظ اور نصائح کو نظر انداز کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت عذاب میں پکڑ لیا
- پیشِ نظر آیات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے اس بستی میں تین قسم کے لوگ تھے، (۱) وہ جو کھلم کھلا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے تھے، (۲) وہ جو خود تو خلاف ورزی نہیں کرتے تھے مگر اس خلاف ورزی کو خاموشی کے ساتھ بیٹھے دیکھ رہے تھے اور ناصحوں سے کہتے تھے کہ ان کم بختوں کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ، (۳) وہ جو اللہ کے احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی پر لوگوں کو ٹوکتے اور انہیں اس سرکشی سے روکتے تھے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

- قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نافرمانی کی پاداش میں جب اس بستی پر اللہ کا عذاب آیا تو صرف تیسرا گروہ عذاب سے بچایا گیا جو لوگوں کو اللہ کی سرکشی اور احکام کی خلاف ورزی سے روکنے والا گروہ تھا۔ باقی دونوں گروہوں کا شمار ظالموں میں ہوا اور وہ اپنے جرم کی حد تک مبتلائے عذاب ہوئے

- اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس بستی میں علانیہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہو رہی ہو وہ ساری کی ساری قابل مواخذہ ہوتی ہے اور اس کا کوئی باشندہ محض اس بنا پر مواخذہ سے بری نہیں ہو سکتا کہ اس نے خود خلاف ورزی نہیں کی، بلکہ اسے خدا کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے لازماً اس بات کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا کہ وہ اپنی حد استطاعت تک اصلاح اور اقامت حق کی کوشش کرتا رہا تھا۔

- قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ ، حَتَّى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَى أَنْ يُنْكِرُوهُ ، فَلَا يُنْكِرُوهُ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَذَّبَ اللَّهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ " اللہ خاص لوگوں کے جرائم پر عام لوگوں کو سزا نہیں دیتا جب تک عامتہ الناس کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے برے کام ہوتے دیکھیں اور وہ ان کاموں کے خلاف اظہار ناراضی کرنے پر قادر ہوں اور پھر کوئی اظہار ناراضی نہ کریں۔ پس جب لوگوں کا یہ حال ہو جاتا ہے تو اللہ خاص و عام سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے (احمد)

- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ , قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَرْتَكِبُوا مَا ارْتَكَبَتِ الْيَهُودُ , فَتَسْتَحِلُّوا مَحَارِمَ اللَّهِ بِأَدْنَى الْحِيَلِ ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بھی اس جرم کا ارتکاب نہ کرو جس کا یہودیوں نے ارتکاب کیا تھا کہ ادنی حیلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کو حلال قرار دینے لگو

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىٕیْسٍۭ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـٕیْنَ ﴿۱۶۶﴾

- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ مغضوب گروہ کے نوجوان بندر کی شکل میں مسخ اور بوڑھے سور کی شکل میں مسخ ہوئے، اور یہ لوگ چند روز بعد ہی فنا کر دیے گئے اور ان کی نسل نہیں ہوئی

(مسخ، شکل بگاڑنے اور اس کو قبیح تر بنا دینے کا نام ہے)

- اس بستی پر خدا کا عذاب دو قسطوں میں نازل ہوا تھا۔ پہلی قسط وہ جسے عذاب بئیس (سخت عذاب) فرمایا گیا ہے، اور دوسری قسط وہ جس میں نافرمانی پر اصرار کرنے والوں کو بندر بنا دیا گیا۔

- اس سلسلے میں جو دو احتمال بیان کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں

(۱) جن لوگوں نے سبت کے حوالے سے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی تو ان پر پہلے ایک سخت قسم کا عذاب آیا جسے قرآن حکیم میں بئیس کہا گیا ہے، تا کہ اس عذاب سے ان کی آنکھیں کھلیں اور حیلوں سے جو وہ احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کر رہے تھے اس سے رک جائیں، مگر وہ جب اس سے نہ رکے تو ان پر مسخ کا عذاب آگیا (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس کو ترجیح دی ہے)

(۲) دوسرا احتمال یہ کہ عذاب بئیس دراصل اجمال ہے جس کی تفصیل دوسری آیت ... كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـٕیْنَ "ذلیل بندر بن جاؤ" میں بیان ہوئی ہے (سید قطب شہیدؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے)

اصحاب سبت کا قصہ بیان کرنے کی اصل غرض وغایت

قرآنِ مجید نے خود یہ قصہ بیان کرنے کی اصل غایت یہ بتائی ہے کہ تمام زمانوں مین آنے والے لوگوں کے لیے یہ واقعہ عبرت کا سامان بن جائے اور جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں ان کے لیے یہ واقعہ نصیحت حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (65)
فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ (66)- البقرة

اور یقیناً ان لوگوں کے بارے میں تم جانتے ہی ہو جو تم میں سے سبت (سنیچر) کے معاملہ میں حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ تو ہم نے (اس کی پاداش میں) ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ، سو ہم نے اس واقعہ کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد کے آنے والے لوگوں کے لیے عبرت اور اہل تقوی کے لیے نصیحت کا سبب بنادیا

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۶۷﴾

بنی اسرائیل پر تا قیامت عذاب مسلط رکھنے کی پیشگوئی اور حکم

- ان آیات میں یہود کے لیے جس سزا کا اعلان ہے اس کے اِلٰی یوم القیامہ (قیامت کے دن تک) کی شرط لگی ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سزا وہ ہے جس کا تعلق دنیا سے ہے۔ آخرت کے انجام کا معاملہ اس سے الگ ہے جس کا ذکر دوسرے مقامات پر آیا ہے۔
- یہاں (اس آیت اور اگلی آیت کو ملا کر) اُن کی دو سزاؤں کا ذکر ہے۔ ایک یہ کہ ان پر ایسی قومیں مسلط کی جائیں گی جو ان کو اپنے ظلم کا نشانہ بنائیں گے جیسا کہ وہ کبھی بخت نصر (Nebuchadnezzar)، کبھی تیتس رومی (Titus Caesar) اور کبھی ہٹلر کے شدائد کا نشانہ بنے اور اس تمام عرصے میں مختلف قوموں کے ماتحت رہے

دوسری سزا جس کا یہاں ذکر ہے وہ " تقطیع " (Diaspora) ہے یعنی ان کی جمعیت کو مختلف حصوں میں بانٹ کر منتشر کر دینا۔ یہ دوسرا واقعہ بھی تاریخ میں بار بار ان کے ساتھ ہوتا رہا ہے، اور وہ دنیا کے مختلف برِاعظموں اور ملکوں میں مختصر تعداد کے ساتھ نیم غلامی کی سی کیفیت میں رہتے رہے

- بنی اسرائیل کو یہ تنبیہ آٹھویں صدی قبل مسیح سے مسلسل کی جا رہی تھی، بائبل کے مختلف صحیفوں میں اس کا ذکر ہے، مختلف انبیائے کرام اس کے بعد بھی انھیں اس کی یاددہانی کراتے رہے، پھر سیدنا مسیح علیہ السلام نے یروشلم کی گلیوں میں اس کی منادی کی، اور آخر میں قرآن کریم نے اس کی توثیق کی۔

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ‌ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ‌ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۶۷﴾

- یہ فیصلہ کس طریقے سے نافذ ہوا؟ دنیا کی معلوم تاریخ اس پر گواہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اس شدید تنبیہ کے وقت سے لے کر آج تک تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا ہے جس میں یہودی قوم دنیا میں کہیں نہ کہیں روندی اور پامال نہ کی جاتی رہی ہو۔

ذلت، مسکنت اور رسوائی کی ایسی شدید اور طویل سزا ! آخر کیوں ؟ امتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ !

- اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کسی کام پر عزت افزائی، اس کا فضل اور کوئی بڑا انعام رکھا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کام کو نہ کرنے کی سزا بھی اتنی ہی بڑی ہو گی
- جس قوم کو حاملِ کتاب بنایا گیا، اللہ تعالیٰ نے دنیا کی امامت و رہنمائی ان کے سپرد کی، غیر معمولی انعامات سے نوازا، اگر وہ اللہ کی نافرمانی کرے، اس سے سرکشی کرے، دین کے نام پر بے دینی کرے اور وہ فریضہ جو ان کے سپرد کیا گیا اس کو فراموش کر دے تو کیا منصبِ فضیلت سے محرومی، اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا کے علاوہ وہ قوم کسی اور چیز کی سزاوار ہے؟

اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے اور قانون کی نسبت، تاریخ کے آئینے میں امتِ مسلمہ کو اپنا عکس دیکھ لینا چاہیے

☜ اسکے بعد کوئی اور قوم خدا کی گواہی کے منصب پر فائز ہوئی ہو اور وہ اپنے آپ کو کفار و مشرکین کے غلبے میں پائیں - مسکینی، محرومی و ذلت میں ! ان کی جمعیت چھوٹے چھوٹے جغرافیوں میں بٹ کر متفرق ہو گئی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ احتساب الٰہی کی زد میں آ گئے ہیں۔ بغاوت چھوڑ دیں، اپنے مالک کی طرف رجوع کریں

وَ قَطَّعۡنٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اُمَمًا ۚ مِنۡهُمُ الصّٰلِحُوۡنَ وَ مِنۡهُمۡ دُوۡنَ ذٰلِکَ ۫ وَ بَلَوۡنٰهُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۶۸﴾

وَ قَطَّعۡنٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ ۔ اور ہم نے بانٹ (تقسیم کر) دیا ان کو زمین میں

قطع۔ کاٹنا، تقسیم کرنا

اُمَمًا مِنۡهُمُ الصّٰلِحُوۡنَ ۔ گروہوں میں، ان میں سے نیک (بھی) ہیں

وَ مِنۡهُمۡ دُوۡنَ ذٰلِکَ ۔ اور ان میں سے اس کے علاوہ (بھی) ہیں

دُون ۔ بغیر، علاوہ

وَ بَلَوۡنٰهُمۡ ۔ اور ہم نے ان کو آزمایا

بَلَا یَبْلُوْ ، بَلاءً ۔ آزمانا

اردو۔ بلا، مبتلاء، بلائیں لینا

بِالۡحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ ۔ بھلائیوں سے اور برائیوں سے

لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ۔ شاید وہ لوگ لوٹ آئیں

اس قانون الٰہی کی طرف اشارہ ہے کہ جب کوئی گروہ یا قوم بد عملی و فساد میں مبتلا ہوتی ہے تو اس کا مہلک نتیجہ فوراً ظاہر نہیں ہوجاتا بلکہ تدریج اور ڈھیل کی وجہ سے یکے بعد دیگرے مہلتیں ملتی رہتی ہیں کہ اصلاح حال پر آمادہ ہو جائے۔

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَـنَا‌ ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ‌ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ - پھر جانشین ہوئے ان کے بعد سے

خَلَف ل کی زبر کے ساتھ (اچھے جانشین)

خَلْف ل کی جزم کے ساتھ (برے جانشین)

خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ - ایسے جانشین جو وارث ہوئے اس کتاب کے

يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ - جو پکڑتے ہیں عارضی سامان کو

عَرض - مال و متاع، سامان واسباب

عَرض - بہت ہی کثیر المعانی لفظ

عَرض - ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو، عارضی

هٰذَا الۡاَدۡنٰى - اس نزدیک (زندگی) کے

اَدْنیٰ - (تین معنوں میں) (١) قریب، (٢) کمتر، (٣) چھوٹا

وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَـنَا - اور کہتے ہیں ہم بخش دیے جائیں گے

وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ - اور اگر پہنچتا ہے ان کے پاس کچھ (اور) عارضی سامان

مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ - اس کے جیسا تو وہ پکڑتے ہیں اس کو (بھی)

أَخَذَ يَأْخُذ ، أَخْذًا - پکڑنا، لینا

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٩﴾

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ - کیا نہیں لیا گیا ان سے

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ - کتاب کا عہد

مِیْثَاق - پختہ عہد

اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ - کہ وہ لوگ نہ کہیں اللہ پر

اِلَّا الْحَقَّ - مگر حق (سچ)

وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ - اور انہوں نے پڑھ لیا ہے جو اس میں ہے

دَرَسَ يَدْرُسُ ، دَرْسًا پڑھنا
(اصل معنی گھِسنا کے) - روایتی
طور پر قرآن یا کتاب کے پڑھتے
وقت صفحے کے الفاظ پر انگلی
پھیرنا - الفاظ کے گھسنے کا تصور

وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ - اور آخرت کا گھر

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ - بہتر ہے ان کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ - تو کیا تم عقل استعمال نہیں کرتے

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا‌ ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ
مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ‌ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ‌ ؕ وَالدَّارُ
الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

پھر اگلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جو کتابِ الٰہی کے وارث ہو کر اِسی عارضی دنیائے کے فائدے سمیٹتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ توقع ہے ہمیں معاف کر دیا جائے گا، اور اگر وہی متاعِ دنیا پھر سامنے آتی ہے تو پھر لپک کر اسے لے لیتے ہیں کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا جا چکا ہے کہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں جو حق ہو؟ اور یہ خود پڑھ چکے ہیں جو کتاب میں لکھا ہے آخرت کی قیام گاہ تو خدا ترس لوگوں کے لیے ہی بہتر ہے، کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے؟

Then others succeeded them who inherited the scriptures, and yet kept themselves occupied in acquiring the goods of this world and kept saying: 'We shall be forgiven.' And when there comes to them an opportunity for acquiring more of those goods, they seize it. Was not the covenant of the Book taken from them that they would not ascribe to Allah anything but the truth? And they have read what is in the Book and know that the abode of the Hereafter is better for the God-fearing. Do you not understand?

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

- بنی اسرائیل کے تدریجی زوال کے اسباب (یہود کے قومی سیرت و کردار کی عکاسی)
- دریا کے بند میں کہیں دراڑیں پڑنے لگیں تو ہوش مند لوگ فوراً اس کی فکر کرتے ہیں وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اگر ان دراڑوں کو برابر نہ کیا گیا اور بند کی کمزوریوں کو دور نہ کیا گیا تو کہیں نہ کہیں شگاف بھی پڑ سکتا ہے اور تباہی و بربادی سب کا مقدر بن سکتی ہے
- یہی حال قوموں کی زندگی کا بھی ہے مقاصد زندگی کے حوالے سے جب ان میں دراڑیں پڑنے لگتی ہیں تو پیغمبر اس کی طرف متوجہ کرنے لگتے ہیں لیکن جب قوم ان کی بات نہیں سنتی تو پھر ایک تدریج کے ساتھ زوال کا عمل آگے بڑھنے لگتا ہے کہیں اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ، کہیں عقائد کو گھن لگتا ہے ، کہیں معاملات میں ناہمواری جنم لیتی ہے اور کہیں اجتماعی زندگی انتشار اور افتراق کا شکار ہوتی ہے لیکن جب قوم ان میں سے کسی بات کا بھی ادراک کرنے کو تیار نہیں ہوتی تو پھر زوال کا عمل بڑھتے بڑھتے ناقابل اصلاح ہو جاتا ہے
- بنی اسرائیل کے اسی تدریجی زوال کو ان آیات میں بیان کیا جارہا ہے کہ یہ وہ ایک ایسی امت جس کی بنیاد اللہ کے دین پر استوار ہو اور جس کی اجتماعی زندگی کا دارومدار تعلق باللہ ، اطاعت و خشیت اور خلق خدا کی خدمت پر ہو اس کے زوال اور تباہی کی تکمیل میں جو چیز سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جن مذہبی علماء اور راہنماؤں نے لوگوں کے اندر ان بنیادی اقدار کو زندہ رکھنا اور توانا کرنا ہے وہ خود ان بنیادی اقدار سے تہی دامن ہو جائیں ان کے اہداف اور مقاصد زندگی تبدیل ہو جائیں اور ان کی ترجیحات یکسر بدل کر رہ جائیں

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ ‌ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ‌ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّـلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

- اس آیت کریمہ میں بنی اسرائیل کے زوال کی اسی آخری علامت کو بیان کیا جارہا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ لوگ قومی خصوصیات سے محروم ہوچکے تھے۔ انتشار اور افتراق کے باعث ان کی اجتماعی زندگی تباہ ہوچکی تھی، لیکن اس کے باوجود ان میں خیر بالکل ختم نہیں ہوا تھا صالحین کا ایک گروہ ان میں باقی تھا جو ان کی اصلاح کے لیے کوشاں رہتا تھا

- لیکن اب ان کی بد نصیبی یہاں تک پہنچ گئی کہ اب کتاب کے جو وارث ہوئے اور جنھوں نے اللہ کی کتاب کے علم کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر لوگوں کی اصلاح کے فرض کو انجام دینا تھا وہ بجائے آخرت کے دنیا کو اپنا ہدف بنا چکے بجائے آخرت کے مسافر بننے کے وہ دنیا کے حریص ہوگئے بالکل دنیا داروں کی طرح انھیں رات دن یہ فکر رہنے لگی کہ ہم ایک پر تعیش زندگی کس طرح اختیار کر سکتے ہیں انھوں نے کتاب خداوندی کو بھی دنیا طلبی کا ذریعہ بنا لیا اصحاب اقتدار اور امرائے دولت کی خوشنودی کے لیے اگر اللہ کی کتاب میں انھیں تحریف اور ترمیم کرنا پڑی تو اس سے بھی دریغ نہ کیا اور عوام کو ایسے ایسے مذہبی فریب دیئے جس سے ان کی مالی زندگی مستحکم ہو

- ایسی حالت میں پوری قوم عقائد کی کمزوری، اخلاق کی خرابی اور معاملات میں ناہمواری کا شکار ہو کر بے دریغ تباہی کی طرف دوڑنے لگتی ہے۔ قوم کے لیڈر اور مذہبی رہنما جب دنیاداری کی اس حد کو پہنچ گئے تو پوری قوم میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی تباہ ہوگئے ہر چیز پر حب دنیا کے غلبے کے باعث ایک ایسی لوٹ کھسوٹ مچی جس نے اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا، دیانت و امانت، حلال و حرام کی پابندی ، قناعت اور سادگی ، بے غرضی اور بے لوثی قصہ پارینہ بن کر رہ گئیں۔ بنی اسرائیل اپنے مقتداؤں اور راہنماؤں کی اسی کمزوری اور گمراہی کے باعث اپنے زوال کی انتہاء کو پہنچ گئے ۔

قوموں کا عروج وزوال ـــ ایک پہلو

تاریخ کی گواہی

قوموں نے نامساعد حالات ، وسائل کی کمی،آسانیوں کے فقدان اور مالی حالات میں ابتری کے دور میں ہی ترقی کی ہے، انہی حالات میں ان کے اندر ہمت و شجاعت اور محنت و جانکاہی کا جذبہ ابلتا ہے،اولوالعزمی اور بلند ہمتی کو جلا ملتی ہے

ان کے پیش نظر مقاصد زندگی اور قومی اہداف کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا وہ نان شبینہ پر گزارا کرتے ہیں ، پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں، جھونپڑوں میں سکونت رکھتے ہیں لیکن تخت و تاج ان کے پاؤں کی ٹھوکروں میں ہوتے ہیں، زمین ان کے لیے سمٹنے لگتی ہے ، سر اور دل ان کی عظمتوں کے سامنے جھکنے لگتے ہیں

جیسے ہی ان کے اندر دنیا اپنا راستہ بنانے میں کامیاب ہوتی ہے اور وہ مظاہر دنیا کو عزت و عظمت کی علامت سمجھنے لگتے ہیں زمین پر بیٹھنے کی بجائے تخت پر بیٹھنا اور تاج پہننا ان کی معراج بن جاتا ہے اور طاقت اور قوت سے وہ لوگوں کی گردنوں پر سوار رہنا چاہتے ہیں اور درہم و دینار ،دولت کی ریل پیل ، معاشرت کا ٹھاٹھ بھاٹھ ان کا مقصود بن جاتا ہے تو پھر انھیں زوال کی طرف بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا

قوت ہمیشہ جھونپڑوں سے نکلتی ہے اور محلات میں جا کر ڈوب جاتی ہے۔ سخت زندگی اولوالعزمی کو جنم دیتی ہے دنیا اور دولت دنیا سے محبت اور وابستگی ذلت اور نکبت کا سبب بنتی ہے

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ

وَالَّذِيْنَ - اور جو لوگ

يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ - مضبوطی سے تھامتے ہیں کتاب کو

مَسَّكَ يُمَسِّكُ ، تَمْسِيْكًا۔ مضبوطی سے پکڑنا، تھامنا (II)

اردو: تمسک، امساک، ممسک (کنجوس)

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ - اور قائم رکھتے ہیں نماز کو

اِنَّا لَا نُضِيْعُ - (تو) بیشک ہم ضائع نہیں کرتے

أَضَاعَ يُضِيْعُ ، إِضَاعَةً ۔ ضائع کرنا

اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ - اصلاح کرنے والوں کے اجر کو

مُصْلِح ۔ اصلاح کرنے والا

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ - اور جب کھینچ کر اونچا کیا ہم نے پہاڑ کو

نَتَقَ يَنْتُقُ ، نَتْقًا ۔ اٹھانا، کھڑا کرنا، جھٹکا دینا، زور سے ہلانا

فَوْقَهُمْ - ان کے اوپر

كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ - گویا کہ وہ ایک سائبان ہے

ظِلّ (ظِلَال) سایہ، چھاؤں

ظُلَّة ۔ سائبان، سایہ دار بادل

خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّ اذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۱﴾

وَّ ظَنُّوۡۤا اَنَّهٗ - اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ

ظَنَّ يَظُنُّ ، ظَنًّا ۔ گمان کرنا

وَاقِعٌۢ بِهِمۡ - پڑنے (گرنے) والا ہے ان پر

وَاقِعٌ - (اسم فاعل)، گرنے پڑنے والا

وَقَعَ يَقَعُ ، وُقُوعًا ۔ نیچے گر پڑنا، گرانا
اگر عَلٰی کے ساتھ آئے تو معنی یقینی ہونا، موکد ہونا

خُذُوۡا -(تب ہم نے کہا) تم پکڑو

مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ - اس کو جو ہم نے دیا تم کو

بِقُوَّةٍ - مضبوطی سے

وَّ اذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ - اور یاد رکھو اس کو جو اس میں ہے

لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ - شاید تم لوگ تقویٰ اختیار کرو

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ
فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

جو لوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں اور جنہوں نے نماز قائم رکھی ہے، یقیناً ایسے نیک کردار لوگوں کا اجر ہم ضائع نہیں کریں گے

انہیں وہ وقت بھی کچھ یاد ہے جبکہ ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان پر اس طرح چھا دیا تھا کہ گویا وہ چھتری ہے اور یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ ان پر آ پڑے گا اور اُس وقت ہم نے ان سے کہا تھا کہ جو کتاب ہم تمہیں دے رہے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے یاد رکھو، توقع ہے کہ تم غلط روی سے بچے رہو گے

Those who hold fast to the Book and establish Prayer - We shall not allow the reward of such righteous men to go to waste.

And recall when We shook the mountain over them as though it were a canopy, and they thought that it was going to fall over them; and We said: 'Hold firmly to that which We have given you, and remember what is in it, that you may guard against evil.

وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

مصلحین اہل کتاب کی حوصلہ افزائی

- گزشتہ آیت کریمہ میں بنی اسرائیل کے حوالے سے جو کچھ کہا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا زوال بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گیا کہ جس کتاب کے ذریعے سے انھوں نے دنیا کی امامت و قیادت کرنی تھی اور جس کے واسطے سے انھوں نے اپنی اور دنیا کی اصلاح کا کام کرنا تھا انھوں نے اس کتاب کو صرف تلاوت کی حد تک قبول کیا باقی پوری زندگی انھوں نے خواہشات کے حوالے کر دی
- ہماری طرح وہ بھی یہی سمجھتے رہے کہ اللہ کی کتاب کا حق صرف یہ ہے کہ اسے پڑھا جائے اور اس سے ثواب حاصل کیا جائے یا زیادہ سے زیادہ اس سے شفاء حاصل کر لی جائے یعنی تعویذ وغیرہ میں استعمال کیا جائے اور اگر بہت ہی زیادہ اس تعلق کو نبھانا ہو تو پھر اس سے ایصال ثواب کا کام لے لیا جائے رہی یہ بات کہ اس کتاب کو زندگی کا راہنما بنا کر اس کی راہنمائی میں زندگی گزاری جائے اسی کو آئین اور قانون کا درجہ دیا جائے جس طرح عبادت گاہوں میں اس کا چلن ہو اسی طرح زندگی کے ہر دائرے میں حتی کہ عدالتوں اور ایوان ہائے حکومت میں بھی اسی کی حکومت ہو اس سے انھوں نے یکسر انحراف کر کے کتاب کو اپنے گھروں یا زیادہ سے زیادہ اپنی عبادت گاہوں تک محدود کر لیا اور اپنی زندگی کی باگ ڈور وضعی قوانین اور طاغوتی قوتوں کے ہاتھ میں دے دی
- اس آیتِ کریمہ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ نجات کا دارومدار تمسیک بالکتاب اور اقامت صلوٰۃ پر ہے، تمہاری انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تمام تر خرابی کا دارومدار اسی ایک تصور کے بگڑ جانے پر ہے ، جو لوگ اس کتاب سے تمسک کریں گے وہی اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان کا اجر اللہ کے ہاں محفوظ ہوگا

وَ الَّذِيۡنَ يُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ ﴿۱۷۰﴾

تمسک بالکتاب سے کیا مراد ہے؟

- کتاب کے تمسک (اس کو مضبوطی سے پکڑنے) سے مراد یہ ہے کہ اس کتاب کو زندگی کا راہنما بنایا جائے جس طرح عبادت کرتے ہوئے یہ کتاب راہنمائی کرے اسی طرح معاشرت، معیشت، تعلیم، سیاست، تفریح، حکومت، معاملات، آدابِ زندگی غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں کبھی اس کے ماننے والے اسے اپنے سے علیحدہ نہ کریں
- جس طرح جسم و جان میں موت سے پہلے علیحدگی نہیں ہو سکتی، جس طرح پھول اور خوشبو کبھی الگ الگ نہیں ہو سکتے، جس طرح چاند سے اس کی آب و تاب الگ نہیں کی جا سکتی، جس طرح پانی سے اس کا بہاؤ نہیں چھینا جاسکتا، جس طرح سورج سے اس کی کرنیں الگ نہیں کی جا سکتیں اسی طرح کتاب اور اہل کتاب کو بھی جدا جدا نہیں کیا جاسکتا۔
- اس انتہائی قریبی تعلق، اس وابستگی اور ایمان و عمل کے اس رشتے کو کتاب سے تمسک کا نام دیا گیا ہے
- **تمسک بالکتاب سے تبدیلی** - جو لوگ صاحب ایمان ہیں وہ کتاب سے تمسک کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں کیونکہ کتاب سے تمسک کا سب سے پہلا مقصد یہ ہے کہ بندے کو اس کے معبود سے جوڑ دیا جائے۔ بندے کا اپنے رب سے ٹوٹا ہوا رشتہ بحال ہو جائے انسان جو مختلف آستانوں پر سر جھکاتا پھرتا ہے یا بغاوت کا شکار ہو کر خود طاغوت بن بیٹھا ہے اسے اللہ کے آستانے پر جھکا دیا جائے جو انسان قوت اور طاقت کا مدعی بن کر لوگوں پر ظلم توڑنے لگا ہے اس کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے کہ طاقت کا حقیقی سر چشمہ اللہ کی ذات ہے اسی کی قدرتیں اور قوتیں بے پناہ ہیں اس کے سامنے کسی کی قدرت اور قوت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

اضافی مواد

Reference Material

کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے سبت کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بندر بنا دیا تھا؟

- کچھ مفسرین (قدیم اور جدید دونوں) نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ معذّب گروہ کی شکلیں واقعی بندر جیسی بن گئی تھیں تاہم زیادہ تر مفسرین نے اور راجح قول یہی ہے کہ وہ فی الواقع بندر بنا دیئے گئے تھے اور وہ ایک دوسرے کو پہچانتے، چیخیں مارتے اور روتے تھے۔ اسکا ذکر سورۃ البقر (٦٥) اور سورۃ المائدہ (٦٠) میں بھی
- بعض نے کہا ہے کہ ان کے چہروں میں اس قسم کا ورم پیدا ہو گیا تھا کہ جس سے ان کے چہرے بالکل بندروں جیسے معلوم ہوتے تھے، تاہم قرآن کی الفاظ سے یہ واضح ہے کہ یہ مسخ کا عذاب تھا جو انہیں دیا گیا
- علامہ زمخشریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "ان کے مسخ سے واقعی بندر بن جانا مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ جس کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے"
- جن مفسرین نے مسخ کو تسلیم نہیں کیا ان کا خیال ہے کہ نافرمانی کرنے والوں کے جسم مسخ نہیں ہوئے تھے، بلکہ صرف اخلاق و کردار اور عادات و اطوار بگڑ گئے تھے (سر سید احمد خان، مولانا وحید الدین خان، جاوید احمد غامدی قدیم مفسرین میں سے صرف مجاہدؒ نے اس قول کو اختیار کیا ہے)
- حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ "ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول کیا بندر اور خنزیر انہی لوگوں کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کیا گیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی ہلاک کیا یا عذاب دیا تو ان کی نسل آگے نہیں چلی۔ بے شک بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی تھے" اس سے معلوم ہوا صحابہ کرام بھی ان کے اخلاقی مسخ نہیں بلکہ جسمانی مسخ ہی مراد لیتے تھے

قصہ اہل سبت — رموز و اسباق

1. کسی قوم، گروہ یا اجتماعیت کا مجموعی عصیان (تجاوز) اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے
2. نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام نہ دینا، برائیوں کی پھلنے پھولنے کا باعث بنتا ہیں جس کی لپیٹ میں ساری اجتماعیت آ جاتی ہے
3. اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش نافرمانی سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ سبت کے دن ان لوگوں نے مچھلی کا براہ راست شکار تو نہ کیا اس کے لئے ایک ناجائز حیلہ اختیار کیا۔ اس پر عام نافرمانی کے مقابلے میں بڑا عذاب نازل ہوا
4. حرام کی طرف بڑھنے سے حلال کا راستہ بند ہو جاتا ہے
5. اللہ کی معصیت اور نافرمانی کو (قرآنِ مجید کے ان اسباق میں) کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، قرآنِ مجید میں دوسری جگہوں پر کہیں اسے ظلم، اور کہیں فسق سے تعبیر کیا گیا ہے
6. اجتماعی نافرمانیوں پر جب اللہ کا کوئی فیصلہ کن عذاب نازل ہوتا ہے تو اس کی پکڑ سے صرف وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں جو برائی سے روکنے والے ہوتے ہیں
7. نہی عن المنکر کو ترک کرنے والے، گنہگاروں کے جرم میں شریک ہوتے ہیں اور ان ہی کی طرح کے انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔
8. (امر بالمعروف و) نہی عن المنکر کرنے کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنی چاہیے، اس لیے کہ اللہ کے ہاں یہی ایک طرزِ عمل قابلِ قبول ہے

قصہ اہل سبت ــ رموز واسباق

9. معاشرے کی اصلاح اور نہی عن المنکر کیلئے جد و جہد کرنا سب پر فرض ہے۔
10. بُرائی سے پرہیز کرنے والے جب تک معاشرے کو گناہ سے روکنے کیلئے کوشش نہ کریں، خدا کے سامنے ذمہ دار ہیں (قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ ..)
11. حق کو حق سمجھ کر کرنا چاہیے، بے شک اس کے ساتھ قلیل تعداد ہو یا اس کے ساتھ کوئی بھی نہ ہو
12. فاسق لوگوں کا حق کو قبول نہ کرنا، نھی عن المنکر کو ترک کرنے کا جواز فراہم نہیں کرتا
13. امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ پہلے گذری امم میں بھی اس طرح فریضہ تھا جیسے اس امت میں
14. امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کی دینِ الٰہی میں اہمیت
15. معاشرتی نظم وضبط کے ذرائع بھی قرآنِ مجید میں بیان ہوئے ہیں
16. بنی اسرائیل اصحاب سبت کی بری داستان اور اس کے علل و اسباب سے آگاہ تھے، اس واقعے کی تذکیر سے انہیں نصیحت کی گئی تاکہ ان کے لیے تنبیہ کا باعث ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کی دعوت اور اس کے فرامین کی خلاف ورزی کریں تو اصحاب سبت کی طرح مبتلا ہو جائیں لیکن وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے پہ آمادہ نہ ہوئے
17. معاشرے میں بر سرِ عام عصیان، اور فسق کے معاشرے پہ اثرات

قصہ اہل سبت — رموز واسباق

18. اللہ تعالیٰ کے اوامر واحکام کی جب خلاف ورزی ہو تو اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے حق کو بغیر کسی مداہنت کے بیان کردینا چاہیے، چاہے اس بات کا قوی احتمال ہو کہ اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوگا

19. امر بالمعروف و نہی المنکر اور وعظ و نصیحت کا فریضے کے علاوہ دوسرا ہدف جو ان آیات میں مذکور ہے وہ بھی مدِ نظر رہنا چاہیے اور وہ ہے مخاطبین کی اصلاح کہ وہ نصیحت کو قبول کرلیں اور حق کے راہی اور علمبرادر بن جائیں

20. اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین (اوامر ونواہی) کی پابندی انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی لازم، چاہے اس میں دنیاوی طور پر نقصان ہی نظر آتا ہو، چاہے اس کو ماننے کے لیے ذہن آمادہ ہو یا نہ ہو

21. اللہ کی نافرمانی اور سرکشی اس کی ناراضی اور اس کی پکڑ کا باعث بنتی ہے

اس واقعے کی روشنی میں جائزہ لے لینا چاہیے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے کن احکام کی کھلی کھلی خلاف ورزی کررہے ہیں ؟

قرآن میں عذابِ الٰہی کی مختلف شکلیں

- ہر زمانے میں عذاب الٰہی کی نہ تو کوئی متعین شکل رہی ہے اور نہ اس کے لئے طبعی عوامل کی خلاف ورزی بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مجرم اور گنہگار قوموں کو اسی ماحول اور انھی حالات میں، انھی اسباب کے ذریعے عذاب سے دوچار کرتا ہے، جن سے وہ اپنی عام زندگی میں مستفید ہوتے تھے اور ان کے حاشیہ خیال میں بھی یہ چیز نہیں آتی کہ یہی اسباب جو آج ہمارے لئے زندگی کا سامان ہیں، کبھی ہمارے لئے ہلاکت کا باعث بھی بن سکتے ہیں
- قرآن مجید کی طرف سے بے توجہی اور اس سے دُوری کے نتیجے میں جو بے شمار فکری اور عملی کوتاہیاں شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنے ذہنوں میں عذابِ الٰہی کا ایسا تصور قائم کرلیا ہے، جو کسی بھی طور پر قرآنی تصریحات سے میل نہیں کھاتا۔
- وہ سمجھتے ہیں کہ عذاب الٰہی بھی معجزات کی طرح خرقِ عادت شکل میں نمودار ہو، اور اس دُنیا میں طبعی اسباب و عوامل کا جو سلسلہ چل رہا ہے، اسکی خلاف ورزی ہو، ورنہ اسے سب کچھ کہا اور سمجھا جاسکتا ہے، لیکن عذابِ الٰہی نہیں
- یہی وجہ ہے کہ آج اُمت مسلمہ (سابقہ امتِ مسلمہ یعنی بنی اسرائیل کی طرح) ان عذابوں اور خدا کی پکڑ سے بار بار دوچار ہونے کے باوجود، ان پر اس پہلو سے غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتی کہ کہیں یہ ہمارے اعمال بد کی پاداش میں ہمارے لئے عذاب کی کوئی صورت تو نہیں ہے، بلکہ ان کے لئے طبعی اسباب و عوامل تلاش کرکے مطمئن ہو رہتی ہے۔ اور اس طرح ان میں اصلاح وتذکیر کا جو پہلو تھا، اس سے غافل رہ جاتی ہے۔

قرآن میں عذابِ الٰہی کی مختلف شکلیں

- أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ - کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ یہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟ مگر اس پر بھی نہ توبہ کرتے ہیں، اور نہ کوئی سبق لیتے ہیں۔ (التوبہ :۱۲۶)
- ان لوگوں کی مثال اس اُونٹ سے دی گئ ہے، جس کو اس کا مالک کبھی کھول دیتا ہے اور کبھی باندھ دیتا ہے، لیکن اس کو کچھ پتہ نہیں کہ کیوں اس نے اسے باندھا اور کیوں کھول دیا؟
- دُنیا میں عذابِ الٰہی کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

1. وہ عذاب ہے جو ایسی قوم پر بھیجا جاتا ہے، جس پر حجت تمام ہو چکی ہو اور اصلاح احوال کی اُمید معدوم ہو چکی ہو، اور اس میں کسی خیر کے پنپنے کے امکانات تقریباً پوری طرح ختم ہو چکے ہوں، تو عذاب کے ذریعے پوری قوم کو نیست و نابود کر دیا جاتا ہے اور صفحۂ ہستی کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا جاتا ہے، اس قسم کی مثالیں قرآنِ مجید میں :

← غرق کرنا: جیسے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی قوم کو غرق کیا، موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی حجت تمام ہونے کے بعد۔

← ہوا: اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو جب انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کو مسترد کر دیا، ایک تند و تیز ہوا بھیج کر جو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر چلتی رہی، انہیں ہلاک کر ڈالا

قرآن میں عذابِ الٰہی کی مختلف شکلیں

← آواز: اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو جب انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور ان کی قوم کے بدبخت عناصر نے اُونٹنی کو قتل کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ایک سخت اور ہولناک آواز کے ذریعے پوری قوم کو نیست و نابود کر دیا اور ان کے مضبوط اور محفوظ گھر جو انھوں نے چٹانوں کو تراش کر بنائے تھے، وہ عذابِ الٰہی کو روک نہ سکے

← سنگ باری: اللہ تعالیٰ نے قومِ لوطؑ کو تکذیب اور ہم جنس پرستی کے جرم میں آسمان سے پتھروں کی بارش برسا کر ہلاک کر ڈالا اور ان کی بستیوں کو بھی تلپٹ کر کے رکھ دیا

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (الملک ۶۷:۱۷) کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے؟

← آگ کی بارش: جب 'اصحاب الایکہ' (قومِ شعیبؑ) نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کے ذریعے سے آگ کی بارش برسائی (عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ - چھتری والے دن کا عذاب)

← زمین میں دھنسانا: جب انسانوں کی خودسری اور سرکشی حد سے گزر جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ ایسے انسانوں کو اس زمین میں دھنسا کر اوروں کے لیے عبرت کا نمونہ بنا دیتا ہے، قارون نے جب اپنی مال داری پر غرور کیا اور اسے اپنی ذاتی لیاقت کا نتیجہ قرار دیا، اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے خزانوں سمیت اسے زمین میں دھنسا دیا۔ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ (الملک ۶۷:۱۶) کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے، تمھیں زمین میں دھنسا دے

قرآن میں عذابِ الٰہی کی مختلف شکلیں

← **پانی کی کثرت :** بعض اوقات اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو اس کی بداعمالیوں کا مزہ اس دُنیا میں چکھانا چاہتا ہے تو جس طرح اس پر پانی کی تنگی کر دیتا ہے، اسی طرح بعض قوموں کو اللہ تعالیٰ نے پانی کی کثرت سے بھی ہلاک فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح کو جھٹلانے کی پاداش میں ایک غیر معمولی طوفان میں ڈبو کر ہلاک کر دیا

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ۝۱۱ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓي اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۝۱۲ (القمر) تب ہم نے موسلادھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کر دیا اور یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا

← **پرندوں کے ذریعے سنگ باری:** جب انسان اپنی حیثیت فراموش کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر گزار ہونے کے بجائے ان پر اِترانے لگتا ہے اور بڑائی کا دعویٰ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ انھیں چھوٹے چھوٹے کمزور پرندوں کے ذریعے اس کو اس کی حیثیت یاد دلاتا ہے۔

یمن کے عیسائی حاکم اَبرہہ نے جب کعبۃ اللہ کو مسمار کرنا چاہا، اور اس کے لیے تنومند ہاتھیوں اور فوج کے ساتھ مکہ تک آپہنچا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹی چھوٹی چڑیاں بھیجیں۔ جن کے منہ اور پنجوں میں چھوٹے چھوٹے کنکر تھے۔ وہ چڑیاں ان سنگریزوں کو ان پر برساتی تھیں اور وہ جسے لگ جاتے وہ وہیں ہلاک ہو جاتا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ابرہہ اور اس کے پورے لشکر کو ہلاک کر ڈالا۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ

قرآن میں عذابِ الٰہی کی مختلف شکلیں

← **شکلوں کا بدل دیا جانا** : جب انسان اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔ عقلِ سلیم کے تقاضوں سے منہ موڑ کر جانوروں کی طرح من مانی کرنے لگتا ہے، اور اس طریقۂ زندگی کو اختیار کرتا ہے، جو اس کے مقام و مرتبے سے فروتر ہو، اور سر کشی پہ اتر آتا ہے تو غضب الٰہی جوش میں آجاتا ہے اور اس کے اعمال کی پاداش میں بسا اوقات اس کی ظاہری شکل و صورت کو تبدیل کرکے جانوروں کی طرح بنا دیا جاتا ہے۔

جب 'اصحاب السبت' نے حکم خداوندی سے انحراف کیا اور 'سبت' کے دن کی حُرمت کو پامال کیا تو اللہ تعالٰی نے ان کی صورتوں کو مسخ کرکے بندروں کی طرح بنا دیا ہے: فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ (اعراف - ۱۶۶) پھر جب وہ پوری سر کشی کے ساتھ وہی کام کیے چلے گئے، جس سے انھیں روکا گیا تھا، تو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر ذلیل اور خوار۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰي مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ (یٰس - ۶۷) ہم چاہیں تو انھیں ان کی جگہ پر ہی اس طرح مسخ کرکے رکھ دیں کہ یہ نہ آگے چل سکیں نہ پیچھے ہٹ سکیں۔

قرآن میں عذابِ الٰہی کی مختلف شکلیں

دُنیا میں عذاب الٰہی کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

2. عذاب کی دوسری قسم وہ ہے جس میں کسی قوم کا مکمل استیصال مقصود نہ ہو بلکہ وہ عذاب اس لیے بھیجے جاتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو جو غفلت کی وجہ سے بداعمالیوں میں مبتلا ہیں، خوابِ غفلت سے چوکنا کردیں عذاب سے وہی لوگ سبق سیکھ سکتے ہیں، جن کے دلوں میں قبولِ حق کی صلاحیت موجود ہو۔ جن کے دلوں کی کھیتی پوری طرح بنجر نہ ہو گئ ہو، بلکہ وہ ان مصیبتوں کو عذابِ الٰہی سمجھ کر اس کے بعد اپنی پچھلی کوتاہیوں کاازالہ کریں اور مستقبل میں ان سے بچنے کی کوشش کریں۔

البتہ جن لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور ان میں قبولِ حق کی کوئی صلاحیت نہیں رہ جاتی ہے۔ان کے لیے یہ عذاب ایک ایسے بڑے عذاب کا پیش خیمہ ہوتے ہیں، جو ان کا استیصال کرنے والا ہوتا ہے:

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (السجدہ -۲۱) اور ہم ان کو بڑے عذاب کے سوا قریب کا عذاب بھی چکھائیں گے تاکہ یہ رجوع کریں۔

اس قسم کے عذاب کی قرآن مجید میں مثالیں:

- آسمانی بلائیں : جیسے طوفان، قحط سالی اور فصلوں میں کمی۔ (اعراف - ۱۳۳)
- موذی جانوروں کی کثرت (ٹڈی دَل، سُرسریاں، مینڈک ...)(اعراف - ۱۳۳)
- اشیائے ضروریہ کا ناقابلِ استعمال ہوجانا (خون کا برسنا)۔ (اعراف - ۱۳۳)

کیا یہ امت عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گی؟

- نبی اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آپؐ کی امت کو مجموعی طور پر پہلی امتوں کی طرح عذاب (استیصال) سے دوچار نہیں کرے گا۔ لیکن کیا جناب نبی کریمؐ کی دعا اور اس پر اللہ تعالیٰ کے وعدے کا مطلب یہ ہے کہ یہ امت ہر قسم کی سزا، عذاب، تنبیہ اور سرزنش سے محفوظ ہو گئی ہے؟
- اس عمومی مغالطے سے ہمارا نکلنا ضروری ہے۔ آپ ﷺ کی دعا سے یہ امت عذاب استیصال سے تو محفوظ رہے گی لیکن مختلف احادیث مبارکہ میں اس امت پر آنے والی مصیبتوں، آزمائشوں اور تنبیہات کا ذکر بھی موجود ہے
- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جب (۱) غنیمت کے مال کو ہاتھوں ہاتھ لوٹا جائے گا (۲) امانت کے مال کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا (۳) زکوٰۃ کو تاوان اور بوجھ سمجھا جانے لگے گا (۴) دین کے مقصد سے ہٹ کر تعلیم حاصل کی جائے گی (۵) ایک شخص بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے گا (۶) دوست کو قریب اور باپ کو دور کردے گا (۷) مسجدوں میں شوروغل بلند ہونے لگے گا (۸) قبیلہ کا سردار اس کا فاسق شخص ہوگا (۹) قوم کا لیڈر سب سے رذیل آدمی ہوگا (۱۰) کسی شخص کی عزت اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائے گی (۱۱) ناچنے والی عورتیں اور گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں گے (۱۲) شرابیں پی جائیں گی (۱۳) امت کے بعد والے لوگ پہلے لوگوں کو برا بھلا کہنا شروع کردیں گے تو پھر:

(۱) سرخ آندھی (۲) زلزلوں (۳) زمین میں دھنسائے جانے (۴) شکلیں بدل جانے (۵) اور پتھروں کے برسنے کے انتظار میں رہنا۔ اور پھر ایسی لگاتار نشانیاں سامنے آئیں گی جیسے کسی ہار کی ڈوری ٹوٹ جائے اور اس کے موتی مسلسل گرنے لگ جائیں" (ترمذی) - [عربی متن اگلی سلائیڈ پر]

کیا یہ امت عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گی؟

○ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْئُ دُوَلًا وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَأَدْنَى صَدِيقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ وَظَهَرَتْ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَظَهَرَتْ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتْ الْخُمُورُ وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِکَ رِيحًا حَمْرَائَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ (جامع ترمذی)

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَائُ فَقِيلَ وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَبَرَّ صَدِيقَهُ وَجَفَا أَبَاهُ وَارْتَفَعَتْ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَشُرِبَتْ الْخُمُورُ وَلُبِسَ الْحَرِيرُ وَاتُّخِذَتْ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِکَ رِيحًا حَمْرَائَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا (جامع ترمذی)

کیا یہ امت عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گی؟

- عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ فَقِيلَ وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَبَرَّ صَدِيقَهُ وَجَفَا أَبَاهُ وَارْتَفَعَتْ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَشُرِبَتْ الْخُمُورُ وَلُبِسَ الْحَرِيرُ وَاتُّخِذَتْ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِکَ رِيحًا حَمْرَاءَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا (جامع ترمذی)
- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میری امت میں پندرہ خصلتیں آ جائیں گی تو ان پر مصیبتیں نازل ہوں گی عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جب مال غنیمت ذاتی دولت بن جائے گی امانت کو لوگ مال غنیمت سمجھنے لگیں گے زکوۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا شوہر بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے گا دوستوں کے ساتھ بھلائی اور باپ کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے گا مسجد میں لوگ زور زور سے باتیں کریں گے ذلیل قسم کے لوگ حکمران بن جائیں گے کسی شخص کی عزت اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے جائے گی شراب پی جائے گی ریشمی کپڑا پہنا جائے گا گانے بجانے والیاں لڑکیاں اور گانے کا سامان گھروں میں رکھا جائے گا اور امت کے آخری لوگ پہلوں پر لعن طعن کریں گے پس اس وقت لوگ عذابوں کے منتظر رہیں یا تو سرخ آندھی یا خسف یا پھر چہرے مسخ ہو جانے والا عذاب